QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

استطعام Treat کا مطالبہ کرنے کے معاشی اور معاشرتی اثرات کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ A

Research Study on the Economic and Social Impacts of Demanding a Treat (Ist'tam): In the Light of Islamic Sharia

Dr.Muhammad Akram
Assistant Professor, Department of Islamic Studies , LLU.
Dr.Hafiz Muhammad Imran
Assistant Professor, Department of Islamic Studies , LLU
Hafiz abaid ur rehman, Lecture Lahore leads university Lahore,
abaid.ur.rehman@leads.edu.pk

Abstract

In the light of Islamic Sharia, the practice of soliciting food or a treat from friends, relatives, or associates is a matter directly linked to social ethics and economic justice. While Islam strongly encourages generosity and hospitality, it sternly discourages asking others for such things without necessity or becoming a burden upon them. The following is a detailed and research-based study, in the light of Islamic Sharia, regarding the economic and social impacts of soliciting invitations to meals, appearing as an uninvited guest, or imposing oneself on others for a meal—practices known in Arabic as Tufail-gari or Istita'am.

Keywords: Islam, Treat, Economic, Social Impacts.

شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دوستوں، رشتہ داروں یا ساتھیوں سے **استطعام (کھانے یا ٹریٹ کا مطالبہ کرنا** (ایک ایسا موضوع ہے جس کا تعلق براہِ راست معاشرتی اخلاقیات اور معاشی انصاف سے ہے۔ اسلام نے جہاں سخاوت اور ضیافت (مہمان نوازی) کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے، وہاں بلاضرورت دوسروں سے مانگنے یا ان پر بوجھ بننے کی سخت حوصلہ شکنی کی ہے۔

الاستطعام لغوی معنی : کھانا طلب کرنا، کسی سے کھانا مانگنا۔

قرآنِ کریم میں اسی مادے سے لفظ آیا ہے:فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا۔[1]

"پھر دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے، ان سے کھانا طلب کیا، مگر انہوں نے مہمانی سے انکار کر دیا۔ "طفیل گری کے لیے عربی کی معروف اصطلاح التطفیل ہے۔

استطعام کا معنی اصل میں کھانا مانگنا ہے، نہ کہ لازماً بلا دعوت کھانے میں شریک ہونا۔

---

[1] الکہف:77۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

دعوت میں شرکت کرتے وقت مدعو کو مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔(۱) دعوت میں امیر وغریب کا فرق نہ کرے بلکہ غریبوں کی دعوت میں بھی شرکت کرے۔(۲) ایسے شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کی کل آمدنی حرام ہے، اگر غالب مال حلال ہے تو پھر تو جائز ہے لیکن اگر زجر کے لیے نہ کھائے تو بہتر ہے۔(۳) اگر معصیت کے مجمع میں دعوت ہو تو قبول نہ کرے لیکن اگر اس کے جانے کے بعد معصیت کا فعل شروع ہو جائے مثلاً گانا باجا اکثر شادیوں میں ہوتا ہے تو اگر خاص اس جگہ پر ہے جہاں بیٹھا ہوا ہے تو اسے چھوڑ کر چلا آئے اور اگر فاصلہ پر ہے تو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب بھی اس کو وہاں سے اٹھ آنا چاہیے، اگر مقتدائے دین نہیں ہے تو خیر کھا کر چلا آئے۔(۴) وقت مقررہ پر جائے تاخیر نہ کرے تاخیر سے انتظار میں زحمت ہوگی۔(۵) بلا اجازت گھر کے اندر نہ جائے کہیں بے پردگی نہ ہو جائے۔(۶) گھر میں داخل ہوتے وقت اولاً سلام کرے۔(۷) اپنے ساتھ بغیر دعوت کے کسی شخص یا اپنی اولاد کو ہرگز نہ لے جائے۔(۸) مؤقر بیٹھا رہے ادھر ادھر نہ دیکھے۔(۹) جہاں مجلس میں جگہ ملے بیٹھ جائے۔(۱۰) اس مقام پر نہ بیٹھے جہاں بے پردگی کا احتمال ہو۔(۱۱) بولنا ہو تو موقعہ محل کی رعایت کرتے ہوئے بولے ورنہ خاموش رہے۔(۱۲) اگر مجلس میں کوئی بڑا بزرگ ہو تو اس کی رعایت اور ادب کرے۔(۱۳) وقت سے پہلے آکر کھانا تیار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ جائے۔(۱۴) کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کاموں میں لگ جائے، دیر تک بیٹھے رہنا اور باتوں میں مشغول ہونا میزبان کے لیے باعث تکلیف ہو سکتا ہے۔[2]

مانگ کر دعوت کھانے، بن بلائے مہمان بننے یا دوسروں پر بوجھ بن کر کھانے (جسے عربی میں **"طفیل گری "یا" استطعام "** کہا جاتا ہے) کے معاشی اور معاشرتی اثرات پر شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ درج ذیل ہے:

دعوت کے اصول و آداب:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دعوت کی تین قسمیں ہوتی ہیں، ایک سب سے اعلیٰ ،دوسرے متوسط، تیسرے ادنیٰ۔ آج کل کے ماحول میں سب سے اعلیٰ دعوت یہ ہے کہ جس کی دعوت کرنی ہو، اس کو جا کر نقد ہدیہ پیش کر دو، اور نقد ہدیہ پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کو کوئی تکلیف تو اٹھانی نہیں پڑے گی، اور پھر نقد ہدیہ میں اس کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے اس کو کھانے پر صرف کرے یا کسی اور ضرورت میں صرف کرے۔ اس سے اس شخص کو زیادہ راحت اور زیادہ فائدہ ہو گا، اور تکلیف اس کو ذرہ برابر بھی نہیں ہو گی، اس لئے یہ دعوت سب سے اعلیٰ ہے۔ دوسرے نمبر کی دعوت یہ ہے کہ جس شخص

[2] https://www.darulifta-deoband.com/home/ur/Rights--Etiquettes/36394

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN
Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

کی دعوت کرنا چاہتے ہو، کھانا پکا کر اس کے گھر بھیج دو۔ یہ دوسرے نمبر پر اس لئے ہے کہ کھانے کا قصہ ہوا اور اس کو کھانے کے علاوہ کوئی اور اختیار نہیں رہا، البتہ اس کھانے پر اس کو کوئی زحمت اور تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔ آپ نے گھر بلانے کی زحمت اس کو نہیں دی بلکہ گھر پر ہی کھانا پہنچا دیا۔ تیسرے نمبر کی دعوت یہ ہے کہ اس کو اپنے گھر بلا کر کھانا کھلاؤ۔ آج کل کے شہری ماحول میں جہاں زندگیاں مصروف ہیں، فاصلے زیادہ ہیں، اس میں اگر آپ کسی شخص کو دعوت دیں اور وہ تیس میل کے فاصلے پر رہتا ہے تو آپ کی دعوت قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دو گھنٹے پہلے گھر سے نکلے، پچاس روپے خرچ کرے اور پھر تمہارے یہاں آکر کھانا کھائے۔ تو یہ آپ نے اس کو راحت پہنچائی یا تکلیف میں ڈال دیا؟ لیکن اگر اس کے بجائے کھانا پکا کر اس کے گھر بھیج دیتے یا اس کو نقد رقم دے دیتے، اس میں اس کے ساتھ زیادہ خیر خواہی ہوتی۔ [3]

معاشی اثرات(Economic Impacts)

میزبان پر غیر ضروری مالی بوجھ

اسلام کسی کو مروّت یا دباؤ میں لا کر اس کا مال کھانے کو حرام قرار دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے" :*اپنے مال ایک دوسرے کے درمیان باطل طریقے سے نہ کھاؤ*)" البقرہ:188(۔

معاشی کاہلی اور سستی

مانگ کر کھانے کی عادت انسان کو محنت اور کسبِ حلال سے دور کرتی ہے۔ اس سے معاشرے میں پیداواری صلاحیت (Productivity)کم ہوتی ہے۔

رزق کی بے برکتی :رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے" جو *شخص بغیر ضرورت کے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے*)" مسند احمد(۔

وسائل کا ضیاع اور اسراف :ایسی دعوتوں میں دکھاوے اور مروّت کی وجہ سے اکثر میزبان کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرنا پڑتا ہے، جو معاشی استحکام کو نقصان پہنچاتا ہے۔

معاش یا معیشت تلاش رزق کی آزادانہ جدوجہد کا نام ہے۔ عربی زبان میں 'عیش' زندگی گزارنے کو کہتے ہیں اور 'معاش زندگی' گزارنے کے وسائل کو حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ تاریخ اور عمرانیات کے نامور عالم ابن خلدون کہتے ہیں:

---

[3] تھانوی، مولانا اشرف علی، دعوت کے آداب، اصلاحی خطبات، جلد 5، 246۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اِنَّ الْمَعَاشَ هُوَ ابْتِغَاءُ الرِّزْقِ وَالسَّعْیُ فِیْ تَحْصِیْلِہٖ، معاش رزق تلاش کرنے اور اس کے حصول میں دوڑ دھوپ کرنے کا نام ہے۔[4]

وسائل رزق کے لیے معاش کا لفظ قرآن پاک میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَط قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَO [5] اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں ٹھکانہ دیا اور اس میں تمھاری زندگی کا سامان رکھا، مگر تم لوگ کم ہی شکر کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں آباد کیا ہے، اسے خلیفہ بنایا ہے اور اسے عقل و شعور کے ساتھ قوت و اختیار اور مالکانہ حقوق سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو بھی پیدا کیا ہے مگر نہ تو ان کو عقل و شعور عطا کیا ہے اور نہ حق ملکیت عطا کیا ہے۔ حیوانات کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے، جب کہ انسان کو ہر شے کی ملکیت عطا کی گئی ہے، یہاں تک کہ حیوانات کی بھی۔ انسان کی عظمت و فضیلت اس کی قوت و قدرت اور آزادی و اختیار سے ظاہر ہوتی ہے۔ جس انسان کو حق ملکیت حاصل نہیں ہے اسے آزادی بھی حاصل نہیں ہے۔ اس کے ارادہ، اختیار اور قدرت میں کمی ہے۔ گویا حق ملکیت انسان کی آزادی کی علامت ہے اور حق ملکیت سے محرومی غلامی کی علامت ہے۔ اسی نکتے کو قرآنِ پاک میں اس طرح مثال دے کر سمجھایا گیا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْ ءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ط هَلْ یَسْتَوٗنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَO [6]

اللہ نے غلام بندے کی مثال دی ہے جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا اور اس بندے کی مثال دی ہے جس کو ہم نے اچھا رزق عطا کیا ہے، تو وہ اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ الحمدللہ مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

غلام کو مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوتے۔ اس لیے وہ اپنی مرضی سے مال خرچ نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے مالک کی مرضی کا محتاج رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں آزاد انسان اپنے ارادے اور اختیار سے جس طرح چاہے مال خرچ کر سکتا ہے۔ کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ ان دونوں انسانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک مختار ہے دوسرا محتاج، ایک مالک ہے دوسرا مجبور۔

---

[4] ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، قاہرہ ۲۰۰۴ء، ص ۴۶۳۔

[5] الاعراف 7،10۔

[6] النحل 16،75۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسان کے لیے بنائی ہے اور انسان کے لیے اس میں منافع اور برکتیں رکھی ہیں۔ انسانوں کو اپنی عقل وبصیرت اور فہم وفراست سے کام لے کر آزادانہ تصرف کرنے کی سہولت فراہم کی ہے۔ رزق کے وسائل اور معیشت کے ذرائع اس زمین میں کثرت سے پیدا کیے ہیں اور انسانوں کو اپنی لیاقت اور محنت سے ان کو کام میں لانے کی دعوت دی ہے اور اپنی زندگی کو خوش حال بنانے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ط وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ O

[7] اور اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو پست بنادیا، چلو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ اس کا رزق اور اسی کی طرف مرنے کے بعد اُٹھ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رزق کے وسائل پر کسی خاص خاندان، گروہ اور قوم کا حق نہیں رکھا ہے، بلکہ ان کو تمام انسانوں کے استفادے کے لیے بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا[8] اور اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔ کوئی بھی شخص اپنی صلاحیت اور محنت سے ان کو بروے کار لا سکتا ہے اور ان سے استفادہ بھی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو انفرادی ملکیت کا حق بھی دیا ہے اور اس میں تصرف کی آزادی بھی بخشی ہے۔ اسی کے ساتھ بعض بنیادی چیزوں کو تمام انسانوں کی مشترکہ ملکیت بھی قرار دیا ہے، جن میں ہوا، پانی، روشنی، آگ اور گھاس وغیرہ شامل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِیْ ثَلَاثٍ فِی الْكَلَاءِ وَالْمَاءِ وَالنَّارِ[9] "تین چیزوں میں تمام مسلمان شریک ہیں: گھاس، پانی، اور آگ میں"۔

اللہ تعالیٰ نے وسائل رزق کی فراوانی کے ساتھ انسانوں کو محنت وعمل کی آزادی بھی بخشی ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی مرضی اور ارادے سے حلال رزق کا کوئی بھی ذریعہ اختیار کر سکتا ہے۔ کوئی بھی پیشہ پسند کر سکتا ہے اور کوئی بھی میدانِ عمل منتخب کر سکتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانے کے ساتھ حلال رزق کی جدوجہد میں اپنا وقت لگائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[7] الملک 67، 15-

[8] البقرہ 2، 29-

[9] سنن ابوداؤد، کتاب البیوع، رقم الحدیث 2472-

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O[10] پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جائو اور اللہ کا فضل، یعنی رزق تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو، شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الْعَامِلِ اِذَا نَصَحَ [11] بہترین کمائی وہ ہے جو محنت کش اپنے ہاتھ سے کماتا ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہ ہو۔

ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو یہ سوچ کر گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے کہ میری روزی خود بخود میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اس کے لیے مجھے محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا کہ ایسا شخص جاہل ہے۔ اسے معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللهَ جَعَلَ رِزْقِیْ تَحْتَ رُمْحِیْ [12] اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ: "روزی کمانے کے لیے کوشش کرنا اور محنت کرنا ضروری ہے"۔

معاشی آزادی کے لیے آزاد تجارت اور فری مارکیٹ بھی ضروری ہے۔ حکومت کنٹرول ریٹ پر غلہ اور اشیاے خوردونوش تو فراہم کر سکتی ہے مگر آزادانہ تجارت پر پابندی عائد نہیں کر سکتی۔ لوگ جس طرح چاہیں کاروبار کریں، جیسے چاہیں لین دین کریں، اس میں مداخلت کرنے کا جواز نہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چیزوں کی قیمتیں مہنگی ہو گئیں۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بازار کی اشیا کا بھائو مقرر کرنے کی درخواست کی تو آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَن اَلْقَی اللهَ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِنْكُمْ يُطَالِبُنِیْ بِمَظْلَمَةٍ فِیْ دَمٍ وَلَا مَالٍ [13] بے شک نرخ مقرر کرنے والا اللہ ہے، وہی روزی تنگ کرتا ہے، وہی روزی کشادہ

[10] الجمعہ 62،10-

[11] مسند احمد، رقم الحدیث:8412-

[12] فتح الباری ج1، ص203-

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN
Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

کرتا ہے، اور وہی روزی مہیا کرتا ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں اللہ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی جانی یامالی زیادتی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو بازاری اشیا کی قیمت متعین کر سکتے تھے اور لوگ آپؐ کی مقرر کردہ قیمتوں کو بخوشی قبول بھی کر لیتے۔ پھر بھی آپؐ نے آزادیِ تجارت کو برقرار رکھنے کے لیے مداخلت نہیں فرمائی، بلکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا کہ وہی حالات ساز گار کرنے والا ہے۔ وہی حالات تنگ کرنے والا ہے۔ اسی کے قبضہ ٔقدرت میں انسانی قلوب اور ذہن ہیں۔

اسلام نے معاشی آزادی کے لیے کاروبار کی آزادی کو یقینی بنایا ہے۔ آزادانہ تجارت اور لین دین کی رکاوٹوں کو دُور کرنے پر زور دیا ہے، اور ایسے طور طریقوں کو اختیار کرنے سے منع کیا ہے جو آزادانہ تجارت پر اثرانداز ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غرض یہ کہ اسلام نے آزادانہ تجارت کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ کیوں کہ اس سے تمدن کی ترقی اور سماج کی خوش حالی جڑی ہوئی ہے۔ جب کبھی آزادانہ معیشت پر قدغن لگایا جائے گا اور عوام کو معاشی جبر میں مبتلا کیا جائے گا تو ملک میں بدامنی پھیلے گی اور حکمران کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکیں گے۔ معاشی جبر انسان کے ایمان واخلاق کو بھی برباد کرتا ہے اور ملک میں برائی اور فساد کا بھی ذریعہ ہے۔ ماضی قریب میں بعض مسلم ممالک میں جو بغاوت کی لہر اٹھی وہ بہت حد تک اسی معاشی جبر کا نتیجہ تھی۔ حکمراں طبقہ معاشی وسائل پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا اور عوام پر رزق کے راستے تنگ کر دیے تھے۔ اس کا نتیجہ بغاوت اور انقلاب کی شکل میں رُونما ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں ایران کے شہنشاہ آریہ مہر رضا شاہ پہلوی کے خلاف جو بغاوت رونما ہوئی اس کا بنیادی سبب حکمران کی معاشی اصلاحات سے عوام کی بے اطمینانی اور بے چینی تھی۔ ۲۰۱۱ء میں تیونس میں عوامی انقلاب ، ۲۰۱۲ء میں لیبیا اور مصر میں عوامی انقلاب حکمرانوں کے معاشی جبر کا ردعمل تھا۔ حکمران خاندان نے معاشی وسائل اور ذرائع تجارت پر قبضہ کر لیا تھا اور عوام کو ملکی وسائل کی آمدنی سے محروم کر دیا تھا۔ حکمران عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے تھے اور عوام تنگ دستی میں مبتلا تھے، بلکہ فاقہ کشی پر مجبور تھے۔ اس جبر واستبداد کو ختم ہونا تھا بالآخر عوامی ردعمل نے ان حکمرانوں کو کیفر کردار تک پہنچادیا۔

---

[13] سنن ابن ماجہ، کتاب البیوع، رقم الحدیث 2200۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

معاشی جبر جس طرح انسان کو فساد میں مبتلا کر دیتا ہے، اسی طرح معاشی وسائل کی کثرت اور دولت کی فراوانی انسان کو برباد کر دیتی ہے۔ حکمران طبقے کے ساتھ بالعموم یہی ہوتا ہے۔ ان کی تعیش پسند زندگی ان کو انجام سے بے خبر کر دیتی ہے اور ان کی نگاہوں پر پردے ڈال دیتی ہے۔ معاشیات کے اسی نکتے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سمجھایا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰـكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌم بَصِيْرٌ O[14] اگر اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے وسائل رزق کی فراوانی کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، لیکن اللہ جتنا چاہتا ہے اندازے سے نازل کرتا ہے۔ وہ اپنے بندے کے احوال پر نظر رکھتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔

معاشی اصول وضوابط:

اسی لیے اسلام نے بے قید معاشی آزادی کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ ایسی تجارت کو پسند نہیں کیا جو دوسرے کے نقصان یا استحصال کا ذریعہ ہو۔ دوسروں کی آزادی میں مخل ہو، اور دوسروں کے نفع ونقصان پر اثر انداز ہو۔ چنانچہ اسلام نے معاشی آزادی کے ساتھ کچھ اصول وضوابط بھی مقرر کیے تاکہ یہ آزادی استعمار اور استحصال کا موجب نہ بن جائے۔ ان اصولوں کی وجہ سے فرد کی معاشی آزادی کا تحفظ بھی ہوتا ہے اور عام انسانوں کو راحت اور سکون بھی ملتا ہے۔ اگر آزادی کے نام پر ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو معاشرے میں وہی تباہی آئے گی جو قارون اور ہامان اور فرعون کے زمانے میں آئی تھی۔

پہلا اصول یہ ہے کہ تجارت اور مالی لین دین عادلانہ طریقوں اور باہمی رضامندی سے کیا جائے، زور زبردستی اور جبر واکراہ سے کسی کا مال نہ حاصل کیا جائے۔ کسی کے مال اور جایداد پر حیلہ اور تدبیر سے قبضہ نہ کیا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ[15] اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال غلط طریقے سے اِلا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

اسی لیے اسلام نے چوری، ڈاکازنی، جوا، لاٹری وغیرہ کے ذریعے حاصل کیے ہوئے مال کو انسان کی ملکیت تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ کیوں کہ یہ باطل طریقے سے مال کمانا ہے۔

---

[14] الشوریٰ 42،27-

[15] النساء 4،29-

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

دوسرا اصول یہ ہے کہ تجارت میں شفافیت اور ایمان داری ہو دھوکا دہی نہ ہو اور نہ کسی فریق کا نقصان ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ [16]: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔

غرر ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں ہر طرح کی دھوکے بازیاں، مال مجہول اور تجارتی جعل سازیاں شامل ہیں۔ تجارت اور کاروبار کی آزادی اس بات سے جڑی ہوئی ہے کہ کسی فریق کا نقصان نہ ہو اور اس کی حکمت یہ ہے: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ، "نہ تو نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ"۔ یہی اسلامی معیشت کی روح اور جان ہے اور یہی نظام عدل واحسان ہے۔ اگر کسی فریق کے تجارتی فائدے میں دوسرے فریق کا نقصان ہو تو اس کاروبار کو عادلانہ نہیں کہا جا سکتا اور ایسی آزادی کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ ایک مسلمان کو صرف انھی اشیا کی تجارت کی آزادی ہے جو حلال اور پاک ہیں۔ حرام اور ناپاک چیزوں کی تجارت کی آزادی نہیں ہے۔

ایک مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ سور، شراب، مردار اور خون کی تجارت کرے، یا بدکاری اور فحش چیزوں کا دھندا کرے، یا سودی لین دین کرے۔ شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے وہ اللہ کی نظر میں ناپاک ہیں اور پاکیزہ عقیدے کے حاملین کو ناپاک اشیا کی تجارت زیب نہیں دیتی۔ اس کے مقابلے میں پاک چیزوں کی تجارت کا وسیع میدان موجود ہے۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ ایسی تجارت اور لین دین سے گریز کیا جائے جس میں فریقین میں جھگڑا اور تصادم ہو۔ اسی لیے شریعت نے تجارت کی شرطوں اور طریقوں کو وضاحت سے بیان کرنے اور اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ ایسی تجارت اور کاروبار جس میں تنازع ہو، فتنہ وفساد ہو کوئی خیر وبرکت نہیں ہے۔ اگر بیچنے اور خریدنے والے میں تنازع ہو جائے تو بات بیچنے والے کی تسلیم کی جائے گی، خریدنے والے کو معاملہ ختم کرنے کا حق ہے۔

---

[16] سنن الترمذی، ابواب البیوع، رقم الحدیث 1230۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

پانچواں اصول یہ ہے کہ فرد اور سماج کی ضرورت اور مجبوری کا استحصال نہ کیا جائے۔ کسی آجر کے کام میں کمی نہ کی جائے اور کسی مزدور کی اُجرت اس کی محنت سے کم نہ دی جائے۔ سماج میں اگر خورد ونوش کی اشیا کی قلت ہو تو گوداموں میں مال جمع کر کے نہ رکھا جائے تا کہ قیمت تناسب سے بڑھ جائے اور گراں قیمت وصول کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان خورد ونوش کی قلت کے وقت سامان جمع کر کے رکھنے والوں کو گنہگار قرار دیا ہے۔

چھٹا اصول یہ ہے کہ تجارت تو کی جائے مگر سودی لین دین سے گریز کیا جائے۔ سود بھی اصلاً معاشی استحصال کی ایک شکل ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O[17] اے مومنو! مت کھائو سود بڑھا چڑھا کر۔ اللہ سے ڈرو شاید کہ تم کامیاب ہو جائو۔

اسلام نے اس طرح کی متعدد شرطوں اور حدوں کا تعین کیا ہے، جن پر عمل کر کے انسانی معاشرے کو فساد سے اور بدامنی سے بچایا جا سکتا ہے اور معاشی آزادی کو بامعنی بنایا جا سکتا ہے۔

مخصوص افراد کے لئے کی گئی کھانے کی دعوت میں صاحب خانہ کے بغیر بلائے، کسی شخص کا جانا، ناجائز و گناہ ہے اور اگر کوئی بغیر بلائے دعوت میں آجائے، تو صاحب خانہ کو اختیار ہے چاہے تو اسے کھانا کھانے سے روک دے یا اجازت دیدے۔

البتہ بن بلائے دعوت میں آنے والا اگر اجازت مانگے، تو صاحب خانہ کا اسے اجازت دے دینا حسن اخلاق میں سے ہے اور مستحب عمل ہے، جبکہ دعوت میں شریک ہونے کی وجہ سے حاضرین کو اس سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور اگر اس کی شرکت کی وجہ سے حاضرین کو تکلیف پہنچتی ہے مثلاً اس شخص کی شہرت لوگوں میں اچھی نہیں اور اس کے حاضرین کے پاس بیٹھنے میں حاضرین پر تہمت کا اندیشہ ہے یا یہ آنے والا حاضرین کی کوئی ایسی بات باہر بتا سکتا ہے کہ جسے یہ ناپسند جانتے ہوں (وغیرہ وجوہات کہ جس کی وجہ سے حاضرین کو کوئی خرابی پہنچ سکتی ہو) تو مناسب یہ ہے کہ اسے دعوت میں شرکت کی اجازت نہ دی جائے اور اچھے انداز سے اسے دعوت میں شرکت کرنے سے روک دیا جائے اور اگر روکتے ہوئے اسے کھانے میں کوئی چیز دے کر اسے واپس کیا جائے، تو یہ اچھا عمل ہے۔

---

[17] آلِ عمران 3، 130۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

بن بلائے دعوت میں شرکت کرنے والے کے بارے حدیث مبارک میں ہے: " عن عبد اللہ بن عمر: قال رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم: "من دعي فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ، ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا "ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: جس کو دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی اس نے اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی نافرمانی کی اور جو بغیر بلائے گیا وہ چور ہو کر گھسا اور لٹیرا بن کر نکلا۔[18]

صاحب خانہ کو بن بلائے دعوت میں آنے والے کو روکنے اور اجازت دینے کا اختیار ہے اس بارے میں حدیث مبارک میں ہے کہ :"عن أبي مسعود الأنصاري قال: «كان من الأنصار رجل يقال له أبو شعيب، وكان له غلام لحام، فقال: اصنع لي طعاما أدعو رسول الله ﷺ خامس خمسة فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم خامس خمسة فتبعهم رجل، فقال النبي ﷺ: إنك دعوتنا خامس خمسة، وهذا رجل قد تبعنا، فإن شئت أذنت له، وإن شئت تركته. قال: بل أذنت له."ترجمہ[19]: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ ایک انصاری جن کی کنیت ابوشعیب تھی، انہوں نے اپنے کھانا پکانے والے غلام سے کہا، کہ اتنا کھانا پکاؤ جو پانچ شخصوں کے لیے کفایت کرے، میں نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی مع چار اصحاب کے دعوت کروں گا۔ تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ چار اصحاب کو بلایا، تو (ان کے ہاں دعوت کو جاتے ہوئے) ایک شخص حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہو لیے، نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ابوشعیب ہمارے ساتھ یہ شخص چلا آیا، اگر تم چاہو اسے اجازت دو اور چاہو تو نہ اجازت دو، انہوں نے عرض کی، میں نے ان کو اجازت دی۔

اس حدیث مبارک کی شرح میں علامہ ابو زکریا محي الدین یحیی بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ : " ففيه أن المدعو إذا تبعه رجل بغير استدعاء ينبغى له أن لايأذن له وينهاه وإذا بلغ باب دار صاحب الطعام أعلمه به ليأذن له أو يمنعه وأن صاحب الطعام يستحب له أن يأذن له إن لم يترتب على حضوره مفسدة بأن يؤذي الحاضرين أو يشيع عنهم ما يكرهونه أو يكون جلوسه معهم مزريا بهم لشهرته بالفسق ونحو ذلك فإن خيف من حضوره شيء من هذا لم يأذن له وينبغي أن يتلطف في رده ولو أعطاه شيئا من الطعام إن كان يليق به ليكون ردا جميلا كان حسنا"ترجمہ[20]: اس حدیث

سنن أبي داود، باب ماجاء في اجابة الدعوة، دار الرسالة العالمیہ، ج5، ص569۔

[19] صحیح بخاری، باب الرجل يتكلف الطعام لإخوانه، مطبعۃ الکبری، مصر، ج7، ص78-

[20] شرح النووي علی مسلم، دار إحياء التراث العربي، بیروت، ج13، ص208-

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مبارک میں یہ ہے کہ دعوت میں بلائے گئے شخص کے ساتھ جب کوئی دوسرا شخص بھی آجائے، تو دعوت میں بلائے گئے فرد کے لئے مناسب یہ ہے کہ اسے اجازت نہ دے اور اسے منع کر دے اور جب دعوت کرنے والے کے دروازے پر پہنچے تو صاحب خانہ کو اس کے بارے میں بتادے تاکہ وہ اجازت دینا چاہے تو اجازت دے دے یا منع کرنا چاہے، تو منع کر دے، اور اس صورت میں صاحب خانہ کا اسے اجازت دے دینا مستحب ہے جبکہ اس شخص کے اس دعوت میں شریک ہونے سے حاضرین کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی مثلاً یہ شخص حاضرین کو تکلیف دے گا یا حاضرین کی وہ بات عام کرے گا جسے یہ ناپسند جانتے ہوں یا اس شخص کے فسق کے ساتھ شہرت یا اس طرح کی کسی دوسری خرابی کی وجہ سے، اس کا حاضرین کے پاس بیٹھنا حاضرین کو عیب زدہ کرتا ہو، البتہ اگر اس کے شریک ہونے میں مذکورہ باتوں میں کسی بات کا خوف ہو تو اس اچانک آنے والے کو اجازت نہ دے اور اسے دعوت میں شرکت کرنے سے روکنے میں نرمی سے کام لے اور اگر کھانے میں ،اس شخص کے لائق کوئی چیز دے کر واپس کرتا ہے تاکہ اسے اچھے طریقے سے واپس کیا جائے، تو یہ اچھا عمل ہے۔

یونہی علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: "وفيه أنه ينبغي لمن استؤذن في مثل ذلك أن يأذن للطارئ كما فعل أبو شعيب وذلك من مكارم الأخلاق"[21] ترجمہ: اس حدیث مبارک میں یہ ہے کہ اس طرح جب کسی سے اجازت طلب کی جائے تو اچانک آنے والے کو اجازت دے دی جائے جیسا کہ ابو شعیب رضی اللہ عنہ نے کیا اور ایسا کرنا اچھے اخلاق میں سے ہے۔

کونسی دعوتوں کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے؟

ہر وہ دعوت جو محض رسم کو پورا کرنے اور نام ونمود کیلئے نہ ہو نیز اس میں کسی ناجائز کا ارتکاب بھی نہ ہو وہ شرعاً جائز اور درست ہے، فقہاءِ کرام نے اس قسم کی جائز دعوتوں کے چند نام ذکر کئے ہیں جو درجِ ذیل ہیں:

۱ القری: مہمانوں کی آمد پر خاطر مدارات۔

۲ الخرست: بچہ کے پیدا ہونے پر کھانا کھلانا۔

۳ الولیمہ: شادی پر لڑکے کی طرف سے دعوت۔

۴ الھذیرۃ: ختنہ کے دن کھانا کھلانا۔

---

[21] فتح الباري لابن حجر، ، دار المعرفہ ، بیروت، ج9، ص 561۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

۵ النقیعۃ: سفر سے آنے کی خوشی میں کھانا کھلانا۔

۶ التحفہ: ملاقات کیلئے آنے والے کو کھانا کھلانا۔

۷ المأدبہ: دعوت کا کھانا۔

۸ العقیقہ: بچہ کے پیدا ہونے کے ساتویں دن عقیقہ کا کھانا کھلانا۔

۹ الوضیہ: کسی کے ہاں انتقال ہو تو اس پر ان کو کھانا بھیجنا۔

۱۰ الوکیرۃ: عمارت مکمل کرنے کی خوشی میں کھانا کھلانا۔[22]

پارٹیاں اور دعوتی جلسے ہماری معاشرت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ محلہ داری کا بھی یہ اہم فریضہ ہے کہ انسان وقتاً فوقتاً دعوتوں کے سامان پیدا کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسے محبت بڑھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ دعوتی جلسوں کا قیام دینی تمدن پر گہرا اثر ڈالتا اور معاشرہ کی بھی احسن رنگ میں تکمیل ہوتی ہے۔ اس لئے دین نے دعوتوں اور تقاریب کے لئے بھی آداب سکھائے تاکہ انسان ان آداب پر عمل پیرا ہو کر اپنی دعوتوں کو حقیقی رنگ میں خوشیوں کی تقاریب بنا سکے۔

جب کوئی شخص دعوت پر بلائے تو اس کی دعوت کو قبول کرنا چاہئے کیونکہ دعوت کا قبول کرنا انسان کی باہمی محبت کی علامت ہے اور آپس میں پیار کے اظہار کی نشانی ہے۔ بن بُلائے دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہئے۔ دعوت کے لغوی معنی ہی بُلانے اور پکارنے کے ہیں۔ اگر کوئی شخص دعوت پر جاتے ہوئے ساتھ ہو لے تو پھر صاحب خانہ سے اس کے لئے اجازت طلب کی جائے۔ دعوت کے لئے وقت پر جانا چاہئے۔ پہلے جا کر بیٹھنا نامناسب ہے کیونکہ اہل خانہ کو اس سے پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔ وہ آپ کو اپنی پوری توجہ اور وقت نہیں دے سکتا اور بجائے محبت بڑھنے کے مغائرت کا احساس دلوں پر غالب آنے لگتا ہے۔ قرآنی حکم فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ کے مطابق کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو سلام کہو۔ سلام کرنا چاہئے اور مصافحہ کرنا چاہئے۔ سلام کہنا بہت بڑی نیکی ہے اور پاکیزہ دعا ہے۔ اور اخوّت دینی کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ دعوتوں اور تقاریب میں آپس میں سلام اور مصافحہ کو رواج دیا جائے۔

ہاتھ دھو کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا جائے اور کھاتے وقت صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ کھانے میں نقص نہ نکالے جائیں اور نہ ہی مذمت کی جائے۔ رسول کریم ﷺ دستر خوان پر جو کھانا آتا اگر ناپسند ہوتا تو اس میں ہاتھ نہ ڈالتے لیکن اس کو بُرا نہ

---

[22] اسلام اور تربیت اولاد: ج1،114۔

کہتے۔ مُنہ میں لُقمہ ہو تو باتیں نہیں کرنی چاہیئے۔ کھانے کی میز پر اگر بزرگ بیٹھے ہوں تو کھانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جب تک وہ کھانا شروع نہ کریں باقیوں کو کھانا شروع نہیں کرنا چاہیئے۔ جب کوئی شخص کھانے کی دعوت دے اور پھر خود کسی کام میں مشغول ہو جائے تو بُرا نہیں منانا چاہیئے کہ وہ ہمارے پاس ضرور کیوں نہیں آکر بیٹھا۔ ایک میز سے ایک دستر خوان سے کھانا دوسرے دستر خوان یا میز تک اُٹھا کر نہیں دینا چاہیئے۔ کھانا آنے پر بے صبری، جلد بازی اور حرص کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ بڑے وقار کے ساتھ مہذبانہ طریقے سے کھانا کھانا چاہیئے۔ اور نہ ہی کھاتے وقت منہ سے آوازیں نکالنی چاہئیں۔ کیونکہ اس سے دوسرے شخص کو کوفت ہوتی ہے۔ جب کسی دعوت میں جائیں تو اپنے نزدیک اور سامنے کے کھانے سے حصہ لینا چاہیئے۔ حضور اکرم ﷺ جو سالن سامنے ہوتا اُسی میں ہاتھ ڈالتے اِدھر اُدھر ہاتھ نہ بڑھاتے تھے، اوراس سے اوروں کو بھی منع فرماتے تھے اور فرماتے کُل مِمَّا یَلِیکَ کہ تیرے سامنے ہے اُسے کھا۔ دعوت میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے دوسروں کو گھن آئے۔ آنحضرت ﷺ ڈکار کو ناپسند فرماتے تھے کہ اتنا زیادہ کیوں کھا جاتے ہو۔ دعوتوں میں کھانے کو ضائع نہ کریں اپنی پلیٹ میں اتنا ہی ڈالیں جتنی آپ کو کھانے کی چاہت ہے اور پھر اپنی پلیٹ کو صاف کریں اس میں کھانا نہ بچائیں۔

معاشرتی اثرات (Social Impacts)

عزتِ نفس اور وقار کا خاتمہ: مانگ کر یا زبردستی دعوتیں اڑانے سے انسان معاشرے میں اپنا مقام کھو دیتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

"اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے)"

معاشرتی روابط میں تلخی: جب کوئی شخص بار بار دوسروں پر بوجھ بنتا ہے، تو مروّت کی جگہ نفرت اور بدگمانی لے لیتی ہے۔ لوگ ایسے شخص کی آمد سے کترانے لگتے ہیں۔

حق تلفی اور سماجی ناہمواری: مانگ کر دعوتیں کھانے والے اکثر حیلے بہانوں سے غریبوں اور اصل مستحقین کا حق مارتے ہیں، جس سے معاشرتی انصاف پامال ہوتا ہے۔

دکھاوے اور ریاکاری کا فروغ: یہ عمل معاشرے میں مخلصانہ مہمان نوازی کے بجائے نمود و نمائش کے کلچر کو فروغ دیتا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ کا شرعی نقطہ نظر اور حل

بغیر دلی رضامندی کے کھانا ممنوع ہے: نبی کریم ﷺ کا قاعدہ کلیہ ہے" *کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے)"* مسند احمد)۔ مانگ کر یا مجبور کر کے کھائی گئی دعوت اس دلی رضامندی کے خلاف ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES ISSN

Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

بن بلائے جانے کی ممانعت : احادیث میں صراحت ہے کہ اگر کسی کو دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص (بن بلائے) چلا جائے، تو اسے میزبان سے اجازت لینی چاہیے، ورنہ وہ "چور بن کر داخل ہوا"

قناعت اور خودداری کی تعلیم : اسلام سادگی، قناعت اور اپنی حلال کمائی پر تکیہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' کسی *انسان نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اس نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھایا)"*

معلوم ہوتا ہے کہ مانگ کر دعوت کھانا نہ صرف اخلاقی طور پر پست عمل ہے، بلکہ یہ معاشرے کے معاشی اور سماجی ڈھانچے کو بھی کمزور کرتا ہے۔

نتیجہ بحث:

- استطعام کا معنی اصل میں کھانا مانگنا ہے، نہ کہ لازماً بلا دعوت کھانے میں شریک ہونا۔
- مانگ کر یا زبردستی دعوتیں اڑانے سے انسان معاشرے میں اپنا مقام کھو دیتا ہے۔
- نبی کریم ﷺ کا قاعدہ کلیہ ہے" *کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے*.
- اسلام سادگی، قناعت اور اپنی حلال کمائی پر تکیہ کرنے کا حکم دیتا ہے.
- مانگ کر دعوت کھانا نہ صرف اخلاقی طور پر پست عمل ہے، بلکہ یہ معاشرے کے معاشی اور سماجی ڈھانچے کو بھی کمزور کرتا ہے۔
- مانگ کر دعوتیں کھانے والے اکثر حیلے بہانوں سے غریبوں اور اصل مستحقین کا حق مارتے ہیں، جس سے معاشرتی انصاف پامال ہوتا ہے۔
- شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دوستوں، رشتہ داروں یا ساتھیوں سے استطعام (کھانے یا ٹریٹ کا مطالبہ کرنا) ایک ایسا موضوع ہے جس کا تعلق براہِ راست معاشرتی اخلاقیات اور معاشی انصاف سے ہے۔ اسلام نے جہاں سخاوت اور ضیافت (مہمان نوازی) کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے، وہاں بلا ضرورت دوسروں سے مانگنے یا ان پر بوجھ بننے کی سخت حوصلہ شکنی کی ہے۔